Lesson 9: Al-A'araaf (Ayaat 169- 187):Day 35 سُوۡرَةُ الۡاَعۡرَاف کی تفسیر

آج کے سبق کا خلاصہ: وعدۂ الست۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے تمام روحوں کو زمین پر بھیجنے سے پہلے اُن سے وعدہ لیا تھا کہ تمہارا ربّ کون ہے اور تم کس کو الہ مانو گے۔ سب نے وعدہ کیا تھا کہ یا اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ تمہی کو اپنا ربّ مانتے ہیں۔ پھر دنیا میں آکر وہ وعدہ بھول گئے۔

آج کے سبق کا دوسرا مضمون یہ ہے کہ لوگ ہدایت پر آنے کے بعد پلٹ کیوں جاتے ہیں؟

تیسری بات۔ انسان اور جانور میں کیا فرق ہے۔

اگلی بات؛ اللہ کی شان کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ اُس کے احکام کی پابندی کی جائے۔

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡـكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا‌ ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ‌ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡـكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ‌ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّـلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

پھر ان کے بعد ان کے ایسے جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث بنے اس ادنیٰ زندگی کا مال ومتاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر ایسا ہی مال ان کے سامنے پھر آئے تو اسے لے لیتے ہیں کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لے لیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا سچ کے اور کچھ نہ کہیں اور انہوں نے جو کچھ اس میں لکھا ہے پڑھا ہے اور آخرت کا گھر ڈرنے والوں کے لیے بہتر ہے کیا تم سمجھتے نہیں (۱۶۹)

یعنی ان کو تورات عطا کی گئی۔ داوٗدؑ کے دور میں اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اصحابِ سبت کو جو سزا ملی کہ وہ بندر بنا دیئے گئے تھے کہ کچھ عرصے کے لئے لوگ ڈر گئے۔ لیکن جب کچھ وقت گُزر گیا تو پھر ایسے لوگ پیدا ہو گئے۔ جو پھر نافرمانی کرنے لگے۔

فَخَلَفَ کے معنی ہیں اچھے وارث اور خَلْفٌ کے معنی ہیں نااہل وارث۔

وَّرِثُوا : یعنی نبیوںؑ کے بعد آنے والے لوگ۔ ہوتا یہ ہے کہ نبیؑ کے ہوتے ہوئے اور کچھ عرصے بعد تک تو لوگ اچھے کام کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا تزکیہ ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ مخلص ہو کر دین پر چلتے ہیں۔ شروع کے لوگوں نے قربانیاں دی ہوتی ہیں۔ بعد والوں کو شریعت بنی بنائی ملتی ہے۔ وہ اس کی اُتنی قدر نہیں کرتے۔ اس کی مثال؛ اللہ کے نبیؐ کے بعد صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین تھے۔

لیکن جب کچھ عرصہ گُزر جاتا ہے تو پھر آنے والی نسلیں گناہ اور غلط کام کرنے لگتے ہیں۔ اُن پر دین کا رنگ اتنا پکّا نہیں ہوتا۔ موسیٰؑ کے جانے کے بعد یوشع بن نون نے بنی اسرائیل کی بہترین سربراہی کی۔

جب کوئی دنیادار فوت ہوتا ہے تو اُس کی میراث مال دولت ہوتی ہے لیکن جب کوئی دین دار اس دنیا سے رُخصت ہوتا ہے تو اُس کا علم اور شریعت وراثت ہوتی ہے۔

حدیث کا خلاصہ: اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ نبیوںؑ کی میراث علم ہوتا ہے۔

عَرَضَ: عارضی سامان۔ الْاَدْنٰى: دن و۔ قریب۔ دنیا کا بھی یہی روٹ ہے۔ فوراً ملنے والی۔

اور ایک معنی ادنیٰ۔

بنی اسرائیل میں بھی رشوت کا رواج پڑ گیا تھا۔ وہ پیسہ یا مال لے کر اللہ کے احکامات کو بدل دیتے تھے۔ '۔۔اور کہتے ہیں کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔۔' اور پھر کہتے کہ اللہ ہمیں معاف کر دے گا۔

آج ہمارے کلچر میں بھی یہی کہتے ہیں کہ اللہ غفور الرحیم ہے وہ معاف کر دے گا۔ لیکن پھر کوئی موقع ملتا تو پھر غلط کام کرتے ہیں۔ دُنیا پرست لوگ ہیں۔ بظاہر انہوں نے دین اور دنیا دونوں کو ساتھ رکھا ہوُا تھا۔ لیکن جیسے ہی موقع ملتا غلط کام بھی کر لیتے۔

دین دار لوگ دوسروں کے لئے رول ماڈل ہوتے ہیں جب وہ کچھ غلط کرینگے تو بہت لوگوں کی نظریں اُن پر ہونگی۔ جتنی زیادہ دین کے نام پر غیرت آپ کے دِل میں ہوگی اُتنا ہی آپ غلط کام کرنے سے ڈریں گے۔

بعض لوگ عمرے کرتے ہیں اور فراڈ بھی کرتے ہیں۔ نماز بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں کو تنگ بھی کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ پھر اللہ فرماتے ہیں؛

'۔۔کیا ان سے کتاب میں عہد نہیں لے لیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا سچ کے اور کچھ نہ کہیں اور انہوں نے جو کچھ اس میں لکھا ہے پڑھا ہے اور آخرت کا گھر ڈرنے والوں کے لیے بہتر ہے کیا تم سمجھتے نہیں۔'

جو پڑھا تھا۔ سیکھا تھا وہ بھول جاتے ہیں۔ اللہ سے کیا ہؤا وعدہ بھول جاتے ہیں۔ کیا یہ عقل استعمال نہیں کرتے۔ سوچتے نہیں؟ عقل سے کام نہیں لیتے؟

خلاصہ: گناہ کرتے جانا اور گمان رکھنا کہ اللہ معاف کر دے گا۔ اپنے آپ کو اللہ کا لاڈلا سمجھنا کہ ہم فلاں نیکی کرتے ہیں اَب گناہ کر لیں گے تو پھر بھی بخشش ہو جائے گی۔ یہ غلط سوچ ہے۔ ایسا رویہ اللہ کو ناراض کرتا ہے۔

یہ صرف بنی اسرائیل کا معاملہ نہیں؛ کیا اُمتِ مسلمہ کا رویہ ایسا تو نہیں ہے؟ اپنا محاسبہ کریں۔

وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں بے شک ہم نیکی کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے (۱۷۰)

یعنی اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام کر رکھتے ہیں۔ نماز کے لئے مسجد کی طرف جائیں اور گناہ والی جگہ سے دُور رہیں۔ اللہ نیک کام کرنے والوں کے اَجر ضائع نہیں کرتا۔

بندہ نمازی اور روزے دار ہو سکتا ہے۔ لیکن ضروری نہیں نیک ہو۔ نیک تب ہو گا جب عملی اظہار اُس کی زندگی سے۔ اُس کے عمل سے معلوم ہو گا۔ فائدے صرف پیسے یا مال کے نہیں بلکہ گناہ سے لذت لینا اور لطف اندوز ہونا بھی فائدہ اُٹھانا ہے۔ زبان سے حرام ذائقہ چکھنا، اور دوسروں سے تعریف سُننا بھی فائدہ اُٹھانا ہے۔

اور اگر آپ نماز پڑھتے ہیں۔ عمرے کرتے ہیں۔ اور آپ کی عبادت کا رنگ آپ کی عملی زندگی میں نظر آتا ہے تو انشاء اللہ آپ کا اَجر ضائع نہیں ہو گا۔

آپ بیٹھ کر سوچا کریں کہ آپ کا جنت کا گھر کیسا ہو گا۔ آپ کی اللہ سے ملاقات ہو گی۔'۔۔اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ۔'کیونکہ اللہ اجر ضائع نہیں کرتا۔ مصلحین کیوں آیا؟ کہ آپ اپنی اصلاح تو کریں لیکن دوسروں کی اصلاح کی فکر بھی کریں۔ معاشرے کا بگاڑ ختم کرنے کی کوشش کریں۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور جب ہم نے ان پر پہاڑ اٹھایا گویا کہ وہ سائبان ہے اور وہ ڈرے کہ ان پر گرے گا ہم نے کہا جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور جو اس میں ہے اسے یاد رکھو تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ (۱۷۱)

جب تورات ملی تو اُس کے احکام دیکھ کر بنی اسرائیل کہنے لگے کہ یہ تو بہت سخت احکام ہیں۔

نَتَقْنَا: یعنی پہاڑ اُکھیڑ کر نکالا گیا۔ یہ واقعہ ہم نے پیچھے پڑھا تھا۔

اسی طرح کی آیت» وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ (4- النساء:154)« ہے یعنی " ہم نے ان کے سروں پر طور پہاڑ لا کھڑا کیا۔ " اسے فرشتے اٹھالائے تھے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ " جب موسیٰ علیہ السلام انہیں ارض مقدس کی طرف لے چلے اور غصہ اتر جانے کے بعد تختیاں اٹھالیں اور ان میں جو حکم احکام تھے، وہ انہیں سنائے تو انہیں وہ سخت معلوم ہوئے اور تسلیم و تعمیل سے صاف انکار کر دیا تو بحکم الٰہی فرشتوں نے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر لا کھڑا کر دیا۔ "(نسائی)

روایت ہے کہ جب کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ لو اللہ کی کتاب کے احکام قبول کر و تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں سناؤ، اس میں کیا احکام ہیں؟ اگر آسان ہوئے تو ہم منظور کر لیں گے۔ ورنہ نہ مانیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کے اصرار پر بھی یہ لوگ کہتے رہے۔ آخر اسی وقت اللہ کے حکم سے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے سروں پر معلق کھڑا ہو گیا اور اللہ کے پیغمبر نے فرمایا: بولو اب مانتے ہو یا اللہ تعالیٰ تم پر پہاڑ گرا کر تمہیں فنا کر دے؟ اسی وقت یہ سب کے سب مارے ڈر کے سجدے میں گر پڑے لیکن بائیں آنکھ سجدے میں تھی اور دائیں سے اوپر دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ گر نہ پڑے۔ چنانچہ یہودیوں میں اب تک سجدے کا طریقہ یہی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسی طرح کے سجدے نے ہم پر سے عذاب الٰہی دور کر دیا ہے۔
پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو کھولا تو ان میں کتاب تھی جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ اسی وقت تمام پہاڑ، درخت، پتھر سب کانپ اٹھے۔ آج بھی یہودی تلاوت تورات کے وقت کانپ اٹھتے ہیں اور ان کے سر جھک جاتے ہیں۔

'۔۔ ہم نے کہا جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور جو اس میں ہے اسے یاد رکھو تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔۔'

یعنی اس کے احکام پر عمل کرو۔ صرف تعویز بنا کر نہ پہنو۔

بنی اسرائیل پر جو پہاڑ کھڑا کیا گیا تھا وہ سزا کے طور پر تھا کہ مانو گے تو ہی بچ پاؤ گے۔ لیکن یہ کوئی زبردستی نہیں تھی۔

انس ؓ کا قول ہے۔ ہر گناہ مومن کو اپنے سر پر پہاڑ یا بوجھ کی طرح لگتا ہے۔

اللہ ہمارے دِل میں ایسا تقویٰ دے۔ آمین

لیکن گناہگار انسان سوچتا ہے باقی بھی سب کر رہے ہیں کوئی بات نہیں۔ فلاں نیکی بھی تو کی ہے۔ یہ گناہ کر لوں تو کوئی بات نہیں۔

کوئی رکھے تو سہی وقارِ تشنگی میری طرح

سمندر میں اتنا پانی ہے لیکن کسی کی پیاس نہیں بجھا سکتا۔ انسان سمندر کے کنارے سے پیاسا آجاتا ہے۔

ہدایت ہمیں تب ہی ملے گی جب اس پر عمل کرینگے۔ کنارے سے واپس نہ آئیں۔

قرآن کو پڑھنے والے کہاں ہیں؟ اس پر عمل کرنے والے کہاں ہیں؟

اس کو پڑھنے کا حق اَدا کریں۔

اَب آپ یہ تصور کریں کہ آپ ابھی وجود میں نہیں آئے تھے۔ سب روحیں عالمِ ارواح میں تھیں۔

آگے آیت الست ہے: (عرب سادہ لوگ تھے، اسی لئے سادہ زبان میں بات سمجھائی گئی ہے)۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ أَن تَقُولُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَٰفِلِينَ ﴿١٧٢﴾

اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے کہا ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں کبھی قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی (۱۷۲)

ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ اس دن سب کو جمع کیا، صورتیں دیں، بولنے کی طاقت دی، پھر عہد و میثاق لیا اور اپنے رب ہونے پر خود انہیں گواہ بنایا اور ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور آدم علیہ السلام کو گواہ کیا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں علم نہ تھا۔ جان لو کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں، نہ میرے سوا کوئی اور مربی ہے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ میں اپنے رسولوں کو بھیجوں گا جو تمہیں یہ وعدہ یاد دلائیں گے۔ میں اپنی کتابیں اتاروں گا تاکہ تمہیں یہ عہد و میثاق یاد دلاتی رہیں۔ سب نے جواب میں کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب ہے، تو ہی ہمارا معبود ہے، تیرے سوا ہمارا کوئی مربی نہیں۔

پس سب سے اطاعت کا وعدہ لیا۔ اب جو آدم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو امیر، غریب، خوبصورت اور اس کے سوا مختلف لوگوں پر نظر پڑی تو آپ کہنے لگے: کیا اچھا ہوتا کہ سب برابر ایک ہی حالت میں ہوتے تو جواب ملا کہ یہ اس لیے ہے کہ ہر شخص میری شکر گزاری کرے۔

عمر کے اعتبار سے سب روحوں کی عمر ایک جتنی ہے۔ لیکن جسمانی اعتبار سے عمر کم یا زیادہ ہے۔

یہ واقعہ ہوُا تھا۔ یہ اللہ کی قدرت ہے۔ اللہ کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے ہم سب سے یہ وعدہ لیا تھا۔ اور آخرت میں ہم سب دوبارہ ملیں گے۔

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ تخلیق آدم کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسان اول کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا، اسی طرح پوری نسل آدم کو بھی، جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی، اللہ تعالیٰ نے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا اور ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی تھی۔ اس آیت کی

تفسیر میں حضرت اُبَیّ بن کَعب نے غالباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر کے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس مضمون کی بہترین شرح ہے۔وہ فرماتے ہیں:۔"اللہ تعالیٰ نے سب کو جمع کیا اور (ایک ایک قسم یا ایک ایک دور کے)لوگوں کو الگ الگ گروہوں کی شکل میں مرتب کر کے انہیں انسانی صورت اور گویائی کی طاقت عطا کی، پھر ان سے عہد و میثاق لیا اور انہیں آپ اپنے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم پر زمین و آسمان سب کو اور خود تمہارے باپ آدم کو گواہ ٹھیراتا ہوں تا کہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہ تھا۔خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے۔تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرانا۔میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تم کو یہ عہد و میثاق جو تم میرے ساتھ باندھ رہے ہو، یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا۔اس پر سب انسانوں نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے، آپ ہی ہمارے رب اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں، آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے نہ کوئی معبود"۔

اللہ تعالیٰ نے فی الواقع ان تمام انسانوں کو جنہیں وہ قیامت تک پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، بیک وقت زندگی اور شعور اور گویائی عطا کر کے اپنے سامنے حاضر کیا تھا، اور فی الواقع انہیں اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ کر دیا تھا کہ ان کا کوئی رب اور کوئی الٰہ اس کی ذاتِ اقدس و اعلیٰ کے سوا نہیں ہے، اور ان کے لیے کوئی صحیح طریق زندگی اس کی بندگی و فرماں برداری (اسلام) کے سوا نہیں ہے۔اس اجتماع کو اگر کوئی شخص بعدی از امکان سمجھتا ہے تو یہ محض اس کے دائرہ فکر کی تنگی کا نتیجہ ہے۔

یہی وہ بات ہے جو انسان کو جانور سے ممتاز کرتی ہے۔انسان کا حساب ہو گا کیونکہ انسان نے اللہ سے وعدہ کیا تھا۔جنت اور جہنم کا فیصلہ اُس کے اعمال پر ہو گا۔

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾ یا کہنے لگو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا(۱۷۳)

یعنی اگر ہم شرکیہ کام کر رہے ہین تو ہم نے باپ دادا کو یہی کرتے دیکھا ہے۔

یا پھر کوئی غیر مسلم کہے کہ اللہ نے اُس کو غیر مسلم گھرانے میں پیدا کیا ہے۔ اب یہی اُس کا دین ہے۔

غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہونے والوں کے لئے یہ آیت ایک حجت ہے۔ کہ وہ حق کو تلاش کریں اور ایمان قبول کریں۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت / پہچان کے چار طریقے ہیں؛

1: وعدہ الست۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری Memory میں یہ بات Feed & store کر دی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانا ہے۔ ہم نے پیدا ہونے پہلے ہی اللہ سے یہ وعدہ کر لیا تھا۔ قرآن کو اللہ کا کلام ماننے پر ایمان لائیں گے۔ اگر انسان بھول بھی جائے لیکن وہ تحت الشعور (Sub-conscious mind) اور وِجدان (Intuition) میں یقیناً محفوظ ہے۔

سورۃ مائدہ آیت 19:۔ اے اہل کتاب تحقیق تمہارے پاس ہمارا پیغمبر آیا جو تمہیں صاف صاف بتلاتا ہے ایسے وقت میں رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تا کہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا سو تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے(۱۹)

سورۃ انعام: آیت 156: تا کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو فرقوں پر کتاب نازل ہوئی تھی اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے(۱۵۶)

بچہ جب تک بولتا نہیں ہے اُسے یاد رہتا ہے۔ لیکن جب بولنے لگتا ہے تو معاشرے کے اَثر کی وجہ سے بھول جاتا ہے۔ یہ وعدۂ الست نورِ فطرت ہے۔ پھر جب وہ اللہ کی کتاب سے جُڑ جاتا ہے تو نورِ ہدایت بھی مل جاتا ہے۔ پھر یہی نورٌ علٰی نور ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت / پہچان کے چار طریقے ہیں؛

1: وعدۂ الست۔

2: یہ کائنات بھی اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ کائنات کو دیکھ کر اللہ کی پہچان ہوتی ہے۔

3: عقل۔ انسان کی عقل اُس کو بتاتی ہے کہ اس کائنات کو بنانے اور چلانے والا رَبّ ہے۔

4: وحی سے پتا چلتا ہے کہ کائنات کا مالک، خالق اور بہترین نظام چلانے والا اللہ ہے۔

ہمیں خالص وحی کا علم ملا ہے۔ ایسی کتاب جو محفوظ اور بہترین کتاب ہے۔ ایسا دین جو ہمیشہ تک کے لئے ہے۔

تین چیزیں تو سب کو ملی ہیں۔ ہمیں وحی خالص ملی ہے۔

مشرکین کی اولاد بھی مسلمان ہیں۔ قبیلہ بنو سعد کے ایک صحابی سیدنا اسود بن سریع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوے کئے۔ لوگوں نے لڑنے والے کفار کے قتل کے بعد ان کے بچوں کو بھی پکڑ لیا، جب آپ کو اس کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: لوگ ان بچوں کو کیوں پکڑ رہے ہیں؟ کسی نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! وہ بھی تو مشرکوں کے ہی بچے ہیں؟ فرمایا: سنو! تم میں سے بہتر لوگ مشرکین کی اولاد میں ہیں۔ یاد رکھو! ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر زبان چلنے پر اس کے ماں باپ یہودیت یا نصرانیت کی تعلیم دینے

لگتے ہیں۔ اس کے راوی حسن فرماتے ہیں: اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اللہ نے اولاد آدم سے اپنی توحید کا اقرار لیا ہے۔(ابن جریر)

اولاد آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ان کی پیٹھوں سے روز اول میں نکالیں۔ پھر ان سب سے اس بات کا اقرار لیا کہ رب، خالق، مالک، معبود صرف وہی ہے۔ اسی فطرت پر پھر دنیا میں ان سب کو ان کے وقت پر اس نے پیدا کیا۔ یہی وہ فطرت ہے جس کی تبدیلی ناممکن ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ صحیح بخاری:1385

ایک روایت میں ہے کہ اس دین پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے کہ بکری کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے لیکن پھر لوگ اس کے کان کاٹ دیتے ہیں۔ صحیح بخاری:4775

حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد و مخلص پیدا کیا۔ پھر شیطان نے آکر انہیں ان کے سچے دین سے بہکا کر میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیں۔ صحیح مسلم:2865

مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن دوزخی سے کہا جائے گا: اگر تمام دنیا تیری ہو تو کیا تو خوش ہے کہ اسے اپنے فدیئے میں دے کر میرے عذابوں سے آج بچ جائے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تو اس سے بہت ہلکے درجے کی چیز تجھ سے طلب کی تھی اور اس کا وعدہ بھی تجھ سے لے لیا تھا کہ میرے سوا تو کسی اور کی عبادت نہ کرے۔ لیکن تو اسے توڑے بغیر نہ رہا اور دوسرے کو میرا شریک عبادت ٹھہرایا۔ صحیح بخاری:3334

مسند میں ہے: نعمان نامی میدان میں اللہ تعالیٰ نے پشت آدم میں سے عرفے کے دن ان کی تمام اولاد ظاہر فرمائی۔ سب کو اس کے سامنے پھیلا دیا اور فرمایا: کیا میں تم سب کا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا:

ہاں! ہم گواہ ہیں۔ پھر آپ نے » مُبۡطِلُوۡنَ «تک آیت تلاوت فرمائی۔) مسند احمد: یہ روایت موقوف سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

اس وقت لوگ چیونٹیوں کی طرح تھے اور تر زمین پر تھے۔ ضحاک بن مزاحم کے چھ دن کی عمر کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا: جابر اسے دفن کر کے اس کا منہ کفن سے کھول دینا اور گرہ بھی کھول دینا کیونکہ میرا یہ بچہ بٹھا دیا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا۔ جابر نے حکم کی بجا آوری کی۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے بچے سے کیا سوال ہو گا؟ اور کون سوال کرے گا؟ فرمایا: اس میثاق کے بارے میں جو صلب آدم میں لیا گیا ہے، سوال کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا: وہ میثاق کیا ہے؟ فرمایا: میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو جتنے انسان قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں، سب کی روحیں آ گئیں۔ اللہ نے ان سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اسی کی عبادت کریں گے، اس کے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے۔ خود ان کے رزق کا کفیل بنا، پھر انہیں صلب آدم میں لوٹا دیا۔

پس یہ سب قیامت سے پہلے ہی پہلے پیدا ہوں گے۔ جس نے اس وعدے کو پورا کیا اور اپنی زندگی میں اس پر قائم رہا، اسے وہ وعدہ نفع دے گا اور جس نے اپنی زندگی میں اس کی خلاف ورزی کی، اسے پہلے کا وعدہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور جو بچپن میں ہی مر گیا، وہ میثاق اول پر اور فطرت پر مرا۔

ابن جریر رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بنی آدم کی پیٹھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ایسے نکالیں جیسے کنگھی بالوں میں سے نکلتی ہے۔ ان سے اپنی ربوبیت کا سوال کیا، انہوں نے اقرار کیا، فرشتوں نے شہادت دی۔ اس لیے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اس سے غفلت کا بہانہ نہ کریں۔ تفسیر ابن جریر الطبری:15365

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تو آپ نے میرے سنتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اپنے داہنے ہاتھ سے ان کی پیٹھ کو چھوا، اس سے اولاد نکلی۔ فرمایا: میں نے انہیں جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، یہ جہنمیوں کے اعمال کریں گے تو آپ سے سوال ہوا کہ پھر عمل کس گنتی میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو جنتی ہے، اس سے مرتے دم تک جنتیوں کے ہی اعمال سرزد ہوں گے اور جنت میں جائے گا۔ ہاں! جو جہنم کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اس سے وہی اعمال سرزد ہوں گے، انہی پر مرے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔ (ابو داؤد)

اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو نکال کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور رکھ کر آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یااللہ! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ تیری اولاد ہے۔ ان میں سے ایک کے ماتھے کی چمک آدم علیہ السلام کو بہت اچھی لگی۔ پوچھا: یااللہ! یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ یہ تیری اولاد میں سے بہت دور جا کر ہیں، ان کا نام داؤد ہے۔ پوچھا: ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا: ساٹھ سال۔ کہا: یااللہ! چالیس سال میری عمر میں سے ان کی عمر میں زیادہ کر۔ پس جب آدم علیہ السلام کی روح کو قبض کرنے کے لئے فرشتہ آیا تو آپ نے فرمایا: میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں۔ فرشتے نے کہا: آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے یہ چالیس سال اپنے بچے داؤد کو ہبہ کر دیئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ چونکہ آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کی عادی ہے۔ آدم علیہ السلام خود بھول گئے، ان کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ آدم علیہ السلام نے خطا کی، ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے۔ (سنن ترمذي:3076، قال الشيخ الألباني: صحيح)

اَب روحوں کے حالات سُنیں:

اور روایت میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی ان میں جذامی ہے، کوئی کوڑھی ہے، کوئی اندھا ہے، کوئی بیمار ہے تو پوچھا کہ یا اللہ! اس میں کیا مصلحت ہے؟ فرمایا: یہ کہ میرا شکریہ ادا کیا جائے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ یا اللہ! ان میں سے یہ زیادہ روشن اور نورانی چہروں والے کون ہیں؟ فرمایا: یہ انبیاء ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، یہ ہمارا ذاتی عمل ہے یا کہ فیصل شدہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پیٹھوں سے نکالا ہے۔ انہیں گواہ بنایا پھر اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا: یہ جنتی ہیں اور یہ جہنمی۔ پس اہل جنت پر تو نیک کام آسان ہوتے ہیں اور دوزخیوں پر برے کام آسان ہوتے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر الطبری:15377: حسن)

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کرنے والے بنا دے۔ آمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور قصہ ختم کیا تو جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملنے والا ہے، انہیں اپنی داہنی مٹھی میں لیا اور بائیں والوں کو بائیں مٹھی میں لیا۔ پھر فرمایا: اے دائیں طرف والو! انہوں نے کہا» :لبیک وسعدیک «۔ فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں۔ پھر فرمایا: اے بائیں طرف والو! انہوں نے کہا» :لبیک و سعدیک «۔ فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں۔ پھر سب کو ملا دیا۔ کسی نے پوچھا: یہ کیوں کیا؟ فرمایا: اس لیے کہ ان کے لیے اور اعمال ہیں، جنہیں یہ کرنے والے ہیں۔ یہ تو صرف اس لیے کہلوایا گیا ہے کہ انہیں یہ عذر نہ رہے کہ ہم اس سے غافل تھے۔ پھر سب کو صلب آدم علیہ السلام میں لوٹا دیا۔ (طبرانی کبیر)

اپنا محاسبہ کریں۔ میں کیا ہوں؟ میں نے اللہ کو ناراض کس لئے کیا؟ اپنے والدین کا دِل کیوں توڑا؟ دِن میں کتنی بار اللہ کی نافرمانی کرتی ہوں؟

پس سب سے اطاعت کا وعدہ لیا۔ اب جو آدم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو امیر، غریب، خوبصورت اور اس کے سوا مختلف لوگوں پر نظر پڑی تو آپ کہنے لگے: کیا اچھا ہوتا کہ سب برابر ایک ہی حالت میں ہوتے تو جواب ملا کہ یہ اس لیے ہے کہ ہر شخص میری شکر گزاری کرے۔

ہم جتنی پاکیزہ زندگی گُزاریں گے اُتنا ہی یہ عہد یاد رہے گا۔

ذُرِّيَّةً: ذری۔ چھوٹی اولاد۔ چیونٹی کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

رابرٹ ڈویلا ایک شخص ہے۔ اُس نے اللہ کے نبیؐ کو خواب میں دیکھا۔ رابرٹ ڈویلا (Robert Davilla) تیس چالیس سال کا ایک عیسائی، گردن سے نیچے مفلوج اور امریکہ کے ایک نرسنگ ہوم میں رہتا تھا۔ امریکہ کے ایک چرچ ٹاؤن میں دس سال سے اس کمرے میں رہنے والے رابرٹ کے پاس بس کمپیوٹر تھا جو آواز پر آپریٹ کرتا تھا، یوں وہ گوگل سرچ کر سکتا تھا۔ عیسائیت سے مسلمان ہونے تک اُس نے کئی مسلمان سکالرز کے لیکچر سُنے۔ اور مسلمان ہو گیا۔

ہمارے پاس تو قرآن، احادیث اور سیرتِ رسولؐ سب کچھ ہے۔ ہم کیسے عمل کرتے ہیں؟

اللہ نے ہدایت اور رہنمائی کے اسباب بھیج دیئے ہیں۔ اب انسان کا کام ہے کہ وہ اس ہدایت کا علم حاصل کرے۔

اللہ کے پاس جا کر کیا جواب دیں گے؟